بسم اللہ الرحمن الرحیم

جرعات

عالم اسلام کے بالعموم اور ہندوپاک کے حالات بالخصوص اس امر کے شدید متقاضی ہیں کہ علوم شرعیہ کی عربی تعلیم و تدریس اور اشاعت کے نظام کو مضبوط کیا جائے اور مروجہ نظام تعلیم میں جہاں جہاں جھول پیدا ہوگئے ہیں ان کے اسباب کی تشخیص و تحقیق کے بعد متحدہ طور پر ان کو دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ اولاً اس لئے کہ پاکستان میں آئندہ ایک ایسی صاحب علم جماعت کی ضرورت ہے جو علمی و عملی طور پر دینی حمیت و صلابت کے ساتھ ساتھ فکری اعتبار سے اصحاب بصیرت ہوں تاکہ پیش آمدہ جدید مسائل کو قرآن و حدیث کے نصوص سے حل کرنے کی خوب استعداد رکھتے ہوں۔

ثانیاً اس لئے کہ قرآن و حدیث اور بعض دینی کتب کے تراجم ـــــ جو کہ اکثر صرف تجارتی ہیں۔ اور غیر محتاط ـــــ کی اشاعت سے کج فہم طبقہ جو غلط فائدہ اٹھا رہا اور ترجموں کے بل بوتے پر شبہات کے فتنے ابھار کر امت میں فکری و عملی انتشار پھیلا رہا ہے۔ اس کے مغالطوں کا پردہ چاک کیا جائے۔ کیونکہ بدقسمتی سے یہی خام قسم کے لوگ پروپاگنڈے کے زور سے پیش پیش ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ مقصد صرف علوم شرعیہ کی براہ راست عربی کی تعلیم اور مضبوط تعلیم ہی کے ذریعے حاصل ہو سکتا ہے۔

یہ بہت ذمہ داری ہے جس سے صرف علمائے کرام اور علوم شرعیہ کے طلبائے عظام کو عہدہ برا ہونا ہے۔

اس سلسلے میں ایک بات پر ہم نے رحیق کی گذشتہ اشاعت میں گفتگو کی تھی۔ آج کی صحبت میں ایک دوسرے امر کی طرف درد دل رکھنے والے اور حساس اصحاب فکر کو توجہ دلانا چاہتے ہیں اسلام کی ابتدائی تاریخ پر نظر رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ اس کے طریقہ تعلیم میں قوت حافظہ کی تشحیذ اور علوم شرعیہ کے حفظ و ضبط کو بنیادی حیثیت حاصل رہی ہے جس کی طرف تکوینی اشارہ آخری وحی کے نزول کے لئے خطہ عرب کا انتخاب ـــــ جس کی قوت حافظہ ضرب المثل کی حیثیت حاصل

کر چکی ہے ۔۔۔ اور تشریعی اشارہ آیۂ کریمہ بَلْ هُوَ اٰيَاتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوْا الْعِلْمَ (۲۹ : ۴۹) و احادیث مبارکہ مثلاً نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَحَفِظَهَا وَ وَعَاهَا وَ اَدَّاهَا وَ فِيْ لَفْظٍ فَبَلَّغَهٗ كَمَا سَمِعَهٗ (مشکوۃ) میں فرمایا دیا گیا تھا اور جس کے اہتمام بلیغ کی مثال میں حافظ الحدیث علی الاطلاق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا وہ واقعہ کافی ہے جس میں ان کی درخواست پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ازدیاد حافظہ کا اعجازی انتظام فرما دیا جس کا ظہور حضرت ابوہریرہؓ کے حسب نشا ہوا ۔ عن ابی هريرة قال قلت يا رسول الله انی اسمع منك حديثا كثيرا انساه قال ابسط رداءك فبسطته فغرف بيديه ثم قال ضم فضممته فما نسيت شيئا بعد (صحیح بخاری باب حفظ العلم)

غور کیا جائے تو اسلامی علوم کا وسیع ذخیرہ سمٹ سمٹا کر چار جوہری عناصر کے گرد ہی گھومتا نظر آئے گا ، قرآن ، حدیث (اور بہ واسطہ) لغت عربیہ (ان دونوں سے مستنبط مسائل) اسلامی فقہ ، سو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے ہزاروں آیات ، لاکھوں احادیث و الفاظ و محاورات عربیہ اور سینکڑوں صفحات پر مشتمل فقہ اسلامی کے دفاتر جس حیرت انگیز طریقے سے اپنے سینوں میں محفوظ کر لئے ۔ پھر ان کو پڑھا ، پڑھایا اور ضبط رکھا وہ تاریخ کا عدیم النظیر معجزانہ واقعہ ہے ۔

اسلام کے بابرکت قرنوں میں عقائد ، اعمال ، انداز حکومت اور طرز معاشرت کی طرح طریقہ تعلیم بھی دیکھنے میں بالکل سادہ تھا ، مگر اس سادہ نظام تعلیم کی بدولت کمیت اور کیفیت دونوں لحاظ سے ایسے باعظمت رجال پیدا ہوئے جو علم میں عمیق ، کردار کے پختہ ، فکر کے صائب اور راہ حق کے مجاہد تھے وہ اپنوں کے لئے قابلِ فخر ہیں تو غیروں کے لئے قابلِ رشک ! اور اس حقیقت باہرہ سے کون انکار کر سکتا ہے کہ اس وقت ساری دنیائے اسلام اسی شجرۂ مبارکہ کے ثمرات طیبہ سے متمتع ہو رہی ہے ۔ اصلها ثابت و فرعها فی السماء تؤتی اکلها کل حین باذن ربها (۱۴ : ۲۵)

جہاں تک ہم سمجھ سکے ہیں اس کی بڑی بلکہ بنیادی وجہ قوتِ حافظہ کا وفور اور حفظ کا نظام تھا ۔ گو سطح بینوں کی ستم ظریفی ۔ کم ظرفوں کی ناشکری اور خام علموں کی کور ذوقی سے امتِ محمدیہ کی قوتِ حافظہ کی خصوصیت بھی ، ایک "عیب" شمار کی جانے لگی ۔

گل است سعدی در چشم دشمناں خار است !

درمیانی صدیوں میں اس سادگی سے نظم کی طرف "ارتقا" ہوا "بدویت" کی جگہ "حضریت" آ گئی۔ علم کیلئے سینوں کی بجائے سفینوں پر اعتماد زیادہ کیا جانے لگا۔ تفسیر، حدیث، فقہ اسلامی اور لغت وغیرہ علوم میں تصنیف شدہ کتابوں کے انبار لگ گئے۔ تاہم ان ادوار میں بھی علوم میں رسوخ، فنون میں پختگی، فکر میں گہرائی اور اعمال میں حسن پیدا کرنے کے لیئے اس نظامِ تعلیم میں یہ امر لازمی سمجھا جاتا تھا کہ ہر علم وفن کی چند بنیادی کتابوں کو حفظ ضرور کیا جائے چنانچہ کبار علماء اور محققین کے تراجم و تذکروں میں آپ دیکھیں گے کہ سب علماء وفقہاء تفسیر، حدیث، فقہ واصولِ فقہ (حنفی ہو یا مالکی، شافعی ہو یا حنبلی) لغت عربیہ اور اس کی شاخوں معانی و بیان وغیرہ علوم کی ایک ایک دو دو کتابیں لازماً حفظ کرتے اور کراتے تھے۔ اور ایسی کتابیں تصنیف کی جانے لگیں جن سے فن بآسانی حفظ ہو سکے۔

یہ الگ بات ہے کہ ان صدیوں میں بعض وجوہ سے —— جن کے ذکر کا یہ موقع نہیں —— ایک قسم کا جمود پیدا ہو گیا اور اجتہادی استعداد عموماً دبی رہی۔ فنون وعلوم کی بجائے صرف "کتاب فہمی" کی طرف رجحان بڑھ گیا —— مگر نصابِ تعلیم میں حفظ وضبط کو بہت اہمیت حاصل رہی۔

دوسرے اسلامی ممالک کے بارے میں تو نہیں کہا جا سکتا لیکن برصغیر پاک و ہند میں ایک عرصہ سے حفظِ علوم کا طریقہ تقریباً متروک ہے۔ اصولِ تفسیر، قراءت وتجوید، حدیث واصول حدیث، فقہ واصول فقہ، عقائد وکلام، لغت وادب، معانی و بیان وغیرہ کی کوئی کتاب ہمارے مدارس میں حفظ کی جاتی ہے نہ کرائی جاتی ہے۔ علماء وطلباء کی خدمت میں بصد معذرت وادب اپنا یہ تاثر پیش کرنا شاید واقعہ کے خلاف نہ ہو۔ کہ ہمارے طلباء کی اکثریت میں جو رسوخ فی العلم پیدا نہیں ہو پاتا اور ہمارے مدارس میں ایک طرح کا عقم سا پایا جانا شروع ہو گیا ہے تو اس میں بہت سا دخل اس سبب کو بھی ہے کہ "حفظ وضبط" کو مدارس بدر کر دیا گیا ہے۔

ضرورت ہے کہ عربی نظامِ تعلیم کے اس اہم حصہ کو دوبارہ زندہ کیا جائے۔ محترم اربابِ مدارس اور طلباء کرام کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس تجویز کو غور وفکر کا موضوع بنائیں۔ کیونکہ ایک دو کتابیں سمجھ کر حفظ کرنے سے فن ذہن میں مرتسم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد نسبتاً تفصیلی کتاب پڑھی جائے تو خوب بصیرت پیدا ہو جاتی ہے۔ البتہ اس سلسلے میں دو باتوں کی طرف اشارہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(۱) حفظ وضبط کے لیئے ہر فن کی ایسی کتابوں کا انتخاب کیا جائے جن میں جامعیت (باقی برصفحہ ۶۴۲)